



سوال

(40) شیعہ مرد کا خود کو سنی ظاہر کر کے سنی عورت سے نکاح کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک آدمی نے فریب جیتے ہوئے اپنے آپ کو سنی مذہب ظاہر کر کے ایک سنی عورت سے نکاح کر لیا جب عورت کو معلوم ہوا یہ کہ شیعہ ہے تو اس سے نفرت کرنے لگی۔ کیا عورت کو فسخ نکاح اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اس صورت میں عورت کو اختیار ہے 'درمختار میں ہے کہ اگر مرد نے بتایا کہ وہ آزاد ہے یا بہنی ہے حق مردے سے یا خراج پورا کر سکتا ہے اور اس کے خلاف ثابت ہوا مثلاً وہ حرام زادہ نکلا تو عورت کو اختیار ہوگا۔ (محمد محفوظ اللہ پانی پتی)

یہ جواب صحیح ہے۔ کیونکہ نکاح نے اپنے آپ کو سنی قرار دیا اور اس کا حملہ نکاح کے لیے شرط تھا، جب شرط مفقود ہو گئی تو مشروط بھی ختم ہو گیا (مہر) محمد عبدالرب اسید محمد نذیر حسین، محمد قطب الدین خان، محمد لطف اللہ)

پہلا جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ سوال یہ نہیں کہ سنی کا نکاح شیعہ سے جائز ہے یا نہیں بلکہ سوال اختیار کا ہے۔ اور مجیب نے اگرچہ درمختار کی عبارت کے ضمن میں اختیار کا لفظ لکھا ہے لیکن درمختار کی یہ عبارت یہاں صحیح نہیں بیٹھتی کہ عورت مقدمہ کر کے نکاح فسخ کر سکتی ہے۔ اور دوسرا جواب غلط ہے، اس لیے کہ شرط مشروط معاملات میں ہوتے ہیں نہ کہ نکاح وغیرہ میں۔

دوسری نے لکھا ہے۔ اگر نکاح میں ایسی شرط لگائے کہ جو نکاح کے مخالف ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا، اور شرط باطل ہو جائے گی اس لیے کہ نکاح شرط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا (محمد عبدالحی)

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ جواب اول و دوم پر معترض کا اعتراض غفلت کی بناء پر ہے یا شاید یہ مقصد ہو کہ میں اسید نذیر حسین پر اعتراض کروں۔ اور اس سے فخر مقصود ہو ورنہ جواب اول عین مطابق سوال ہے اور جواب ثانی بالکل درست ہے۔ اور تیسرے جواب کی دوسری وجہ کہ جس کو معترض نے صحیح کہا ہے۔ وہ اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک کہ جواب اول و دوم کو صحیح نہ تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ جواب سوال مذکور میں یہ وجہ محض ناکافی اور بے معنی ہوگی، سوال یہ ہے کہ ایک آدمی نے فریب سے اپنے آپ کو سنی مذہب ظاہر کیا اور سنی عورت سے نکاح کر لیا۔ عورت جب اس کے شیعہ ہونے پر مطلع ہوئی تو اس کو نفرت ہو گئی کیا اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے یا نہیں؟ پس مجیب اول نے جواب دیا کہ عورت کو اختیار ہے۔ اس جواب کو معترض سوال کے مطابق نہیں سمجھتا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سائل پوچھتا ہے اس کو اختیار ہے یا نہیں۔ اور مجیب کہتا



ہے اس کو اختیار ہے۔ اس سے زیادہ واضح اور مطابق سوال کیا جواب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ معترض نے خود بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ درمختار کی عبارت اس کے مطابق نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ سوال و جواب کی عدم مطابقت کا اعتراض بالکل بے جا ہے۔ اور یہ بیان کہ درمختار کی عبارت مطابق سوال واقع نہیں ہے۔ یہ پہلے اعتراض سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ اور حیرت ہوتی ہے کہ معترض ایسے اعتراض کیسے کر لیتا ہے۔ کیونکہ درمختار کی عبارت یہ ہے کہ اگر عورت نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ آزاد ہے یا سنی ہے یا مہر اور نفقہ دینے پر قادر ہے۔ پھر اس کے برخلاف ظاہر ہوا کہ فلاں بن فلاں ہے یا حرام زادہ تو اس کو اختیار ہے۔ یہ صریح دلیل ہے عجیب کے سوال پر کہ عورت فسخ نکاح کا اختیار رکھتی ہے۔

اور معترض نے جو فسخ نکاح کے لیے صورت مرافہ حاکم کی بیان کی ہے دو وجہ سے مخدوش ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ "اس کو اختیار ہے" کے الفاظ عام ہیں انخواہ حاکم سے فسخ کرانے یا خود فسخ کرے۔ اس کو پہلے معنی کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخرج ہے اور ترجیح بلا مرجح ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن عابد نے رد المختار میں لکھا ہے کہ اگر مرد اپنا نسب غلط بیان کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ کفو نہیں ہے تو ہر ایک کو فسخ کا اختیار ہے۔ اور اگر کفو ہو تو صرف عورت کو فسخ نکاح اختیار ہے دوسروں کو نہیں۔ اور اگر اس کے یہاں سے وہ لہجہ ثابت ہو تو کسی کو بھی اختیار نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس جگہ اختیار سے مراد فسخ ہے جیسا کہ عجیب نے استدلال کیا ہے۔

اور اگر بالفرض معترض کے اعتراض کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ خیار کا معنی وہی ہے جو اس نے بیان کیا ہے تو پھر بھی عجیب کو حق ہے کہ اس سے استدلال کرے کیونکہ سوال یہ ہے کہ عورت کو اختیار ہے کہ نہیں تو عجیب نے اس کا جواب دیا ہے کہ عورت کو اختیار ہے خواہ وہ خود فسخ کرے یا حاکم سے کرانے،

اور جواب ثانی جو کہ جواب اوکل کے لیے بطور دلیل ہے معترض نے اس کو درمیاطی کے قول کی بنا پر غلط قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جملہ "اذافات المشروط" (جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے) صحیح نہیں کیونکہ شرط معاملات میں ہوتی ہے نہ نکاح میں۔ حالانکہ یہ کلیہ تمام دینی و دنیاوی میں نافذ ہے، بیح ہو یا آزادی یا نکاح، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی بیعت میں بھی جریر بن عبد اللہ سے آپ نے شرط کی تھی کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا "اس میں اگر کوئی شرط ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ شرط صحیح ہو، غلط نہ ہو، اگر شرط صحیح ہوگی تو وہ نافذ ہوگی ورنہ نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ مؤکد شرط وہ ہے جس سے تم نے شرم گاہ کو حلال کیا۔ علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ نکاح کے لیے شرائط کئی قسم کے ہیں۔ بعض وہ ہیں جن کا پورا کرنا واجب ہے مثلاً حسن معاشرہ۔ بعض وہ ہیں جن کو پورا نہ کرنا چاہیے۔ مثلاً پہلی کی بیوی کی طلاق۔ بعض میں اختلاف ہے، مثلاً اس عورت پر کسی اور عورت سے نکاح نہ کیا جائے۔

علامہ ابن الہمام نے فسخ القدر میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو میں نکاح کیا تو اس کے اولیاء کو اگرچہ وہ غیر محرم ہوں فسخ نکاح کا اختیار ہے اگر ان سے رضا کا ظہور نہ ہو۔ اگر مرد نے اپنا حال نہیں بتایا۔ نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے یا ماذون فی النکاح تھا، تو اولیاء کو فسخ کا اختیار نہیں ہے۔ اور اگر وہ غلام ہوتے ہوئے اپنے آپ کو آزاد بیان کرے تو عاقد کو فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ حاکمی نے بھی درمختار میں اسی طرح لکھا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے اپنی لڑکی کے نکاح میں موسیٰ علیہ السلام سے آٹھ یا دس سال رہنے کی شرط کی تھی اور اگر شرط صحیح نہ ہو تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قافلے والوں کو آگے جا کر نہ ملا جائے اور کوئی مہاجر اعرابی کا سامان نہ بیچے اور کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط نہ کرے کوئی آدمی اپنے بھائی کے نرخ پر نہ کرے، کوئی دھوکہ نہ کرے۔ دودھ روکے جانور کو فروخت نہ کرے۔ ایسی شرطوں کا پورا کرنا جو درست نہ ہوں جائز نہیں ہے چنانچہ بریرہ کی ولاء رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو ولادی تھی حالانکہ انھوں نے بریرہ سے شرط بھی کر لی تھی،

چونکہ وہ شرعاً درست نہیں تھی آپ نے اس کو نافذ نہ کیا۔

حاصل کلام یہ کہ قاعدہ "جب شرط فوت ہو جائے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے،" درست اور بجا ہے، بشرطیکہ شرط صحیح اور نکاح کے تقاضے کے مطابق ہو، اور صورت مسئلہ میں اسی طرح ہے، کاش کہ معترض اس پر نظر انصاف سے توجہ کرتا۔



مجلس البحث والدراسات
محدث فتویٰ

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص 350

محدث فتویٰ